Fikr-o-Nasar (Islamabad) 21:12 (1984)

قـرآن کا تصور سیاست

محمد تقی امینی
ترجمہ : صاحبزادہ ساجد الرحمن

یہ ایک امر مسلم ھے کہ قرآن ایسے کلی قــواعد ،عمومی اصولوں ، بنیادی خطوط اور تشریحی ھدایات پر مشتمل ھے جن کی اساس پر انفرادی اور اجتماعی زندگی استوار ھوتی ھے ، ایک مملکت کا خاکہ تشکیل پاتا ھے اور اسـی خــاکے میں رنگ بھــرے جاتے ھیں ۔ انھیں بنیادی اصولوں پر جمھور کے حقـوق و فرائض مرتب ھوتے ھیں اور ریاست کی انتظامیہ تشکیل پاتی ھے ۔ انھیں بنیادوں پر انسان کی اندرونی فطرت ، اسکی ظاھری شخصیت، بنیادی اصولوں اور ان کی خارجی شکلوں کے درمیان حقوق و واجبــات کا توازن قائم ھوتا ھے ۔

قرآن مجید میں جزئی احــکام بہت کم ھیں ، لیکن جــو ھیں وہ پر از حکمت ھیں ، وہ حکمت جو احکام کی حقیقتوں اور ان کے بلند طریقوں کی جانب راھنمائی کرتی ھے ، اور اجتہاد ، استنباط اور استخراج کا دروازہ کھولتی ھے ، تاکــہ آئے دن پیش آنے والے حــالات و مسائل کو حالات زمــانہ اور عامـۃ المسلمین کے حالات و ماحول کے مطابق حل کیا جا سکے ۔ قرآن مجید محض احکام کی کتاب نہیں بلکہ حکمت سے لبریز کتاب الہی ھے ۔

قرآن مجید کا اسلوب عام کتابوں کا سا نہیں ھے ، نہ اس میں ابواب بندی ھے اور نہ ھی فصلیں اور پیرا گراف ھیں ، بلــکہ یہ کتاب الہی روحانی اسرار و رموز ، اخلاقی حقائق ، تاریخی عروج کے اسباب اور انسانی زندگی کے بنیادی حوائج کے ذکر سے پر ھے ، ان اسرار و رموز اور حقائق و معارف کا انسانی زندگی سے بڑا گہرا رابطہ قائم ھے اور یہی وہ رابطہ ھے جو جملہ انسانی سرگرمیوں ، ثقافتی ارتقاء اور سیاسی و اجتماعی تبدیلیوں کو مربوط و منظـم کرتا ھے ۔ قــرآن

مجید میں خاص انداز سے انسانی فکر کو سیاسی تصور اور اس کو ایک نیا رخ عطا کیا گیا ھے ـ انسان کا سیاسی تصور نہ تو خلا میں کام کرتا ھے اور نہ صرف انسان کی خارجی زندگی میں محدود و منحصر ھے بلکہ وہ ایک جامع فکری ، اخلاقی اور تشریعی نظام کا حصہ ھے ـ اسکی کامیاب اور مصلحتوں کے حصول کی ضمانت تمام اجزاء کے باھمی رابطے پر موقوف ھے اور خاص طور پر اس مضبوط تعلق پر جو کہ اس کے اور اخلاقی شعور کے درمیان قائم ھوتا ھے اور جو انسان کی رگ احساس کو تحریک مہیا کرتا ھے اور انسان کے جملہ اعمال کی نگرانی کرتا ھے ـ

اب ھم ذیل میں سیاسی فکر کے ان سر چشموں کا ذکر کرتے ھیں جو قرآن ھمیں فراھم کرتا ھے ـ

(۱) اقتدار (Authority)

(۲) اعلیٰ ترین آئیڈیل یا منزل مقصود

(۳) اھداف عالیہ

جہاں تک اقتدار اعلی اور مطلق اختیار حکمرانی کا تعلق ھے تو یہ صرف اللہ جل شانہ کیلئے مختص ھے ، عوام اور جمہور کو یہ فضیلت حاصل نہیں جو کہ حقیقت میں قلیل البضاعۃ ھونے کے ساتھ نفسانی خواھشات اور سفلی جذبات کے حامل ھیں ، ناممکن ھے کہ وہ غلطی ، بھٹکنے اور سہو و نسیان سے مبرا ھوں اسلئے کہ یہ بشری لوازمات ھیں ـ صرف ذات باری تعالیٰ ھی ھے جسے مکمل غلبہ و قدرت حاصل ھے کہ وہ انسان کو ھر ظلم و انحراف خواہ وہ خلوت ھی میں کیوں نہ ھو روک سکتی ھے ـ یہی ذات تمام صفات عالیہ سے متصف ھے اور سہوونسیان، غلطی اور بھٹکنے سے پاک و منزہ ھے جیسے کہ قرآن میں ارشاد ھوا وھو الذی فی السماء الہ وفی الارض الہ و ھو الحکیم العلیم (۱) ـ (اور وھی ھے جسکی بندگی ھے آسمان میں اور اسکی بندگی ھے زمین میں اور وھی ھے حکمت والا سب سے خبردار) الا لہ الخلق والامر (۲) ـ حضرت یوسف علیہ السلام جب ایام قید گذار رھے تھے تو اسوقت انھوں نے اللہ واحد القہار کے اقتدار اعلیٰ کے سامنے سر نیاز خم کرنے کی ھی دعوت دی اور اسکے علاوہ ھر قسم کے اقتدار کی نفی کی ـ (۳)

اسکے علاوہ ضروری ہے کہ ہم درج ذیل امور پر غور کریں جو حکومتی اور غیر حکومتی سطح پر زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہیں ۔

(۱) بیشک انسان اللہ رب العزت کے نائب اور امانت دار (Trustee) کی حیثیت سے حکومت کرنے کا حق رکھتا ہے لیکن حقیقی حکم اور اقتدار صرف اللہ ہی کیلئے مختص ہے ۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے ۔ ان الحکم الا للہ (۴) (حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ تعالی کے) یاداؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ ۵) ۔ (اے داؤد علیہ السلام ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے اور نہ چل جی کی خواہش پر ، پھر وہ تجھ کو بچلا دے اللہ کی راہ سے) وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ (٦) ، (اور خرچ کرو اس میں سے جو تمہارے ہاتھ میں دیا ہے ، اپنا نائب بنا کر) ان اللہ یأمرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا واذاحکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (۷)

(بےشک اللہ تعالی تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے) زید بن اسلم اس آیۃ کریمۃ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ یہ خطاب اقتدار پر فائز افراد کیلئے ہے اور انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی رعیت کی دیکھ بھال کی ذمہ داری انجام دیں ۔ دین کے تقاضوں کو بجا لائیں اور علماء نے ان ذمہ داریوں کے ضمن میں اس بات کو بھی شمار کیا ہے کہ مناصب مستحق افراد کو سپرد کئے جائیں ۔

(ب) یہ حکمت الہی ہر قانون اور حکومت کی ہر منصوبہ بندی میں اس طرح جلوہ گر ہوتی ہے کہ اس کے تمام قوانین ، تنظیم کے طریقے اور وسائل عادلانہ بنیادوں پر استوار ہوتے ہیں ، اور وہ اس طرح ہمہ گیر طریقے سے ریاست کی ہر پالیسی پر حاوی ہوتے ہیں جیسے باران رحمت بلا ترجیح و تخصیص فیضیاب کرتا ہے ۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے ، ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان (۹) ، (اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا) یہ آیۃ کریمہ سب سے زیادہ جامع آیۃ ہے جو کہ تمام انسانی مصالح کے حصول اور جملہ مفاسد کے مکمل انسداد کیلئے تحریک پیدا کرتی ہے ، « وما ارسلناک الارحمۃ للعلمین » اس عمومی رحمت کے مفہوم میں وہ تنظیم داخل ہے کہ جو

انسانوں کیلئے سب سے زیادہ نفع بخش ہو اور جس میں حالات اور زمانے کی پوری رعایت رکھی گئی ہو۔ اسلئے کہ اگر دین میں کسی ایک تنظیمی شکل کو جاری کر دیا جاتا تو لوگ مشکل میں پڑ جاتے اور یہ اس رحمت کے منافی ہوتا جو اس آیة میں مذکور ہے۔

(ج) حکومت پر لازم ہے کہ وہ قومیت اور وطنیت کے تنگ دائروں سے نکل کر وسیع تر انسانی اور عالمی سطح پر آ جائے اور اس کے اس عالمی اور جہانی رنگ کا اظہار ہر چیز میں ہو جیسا کہ ہمیں صفات باری تعالیٰ میں نظر آپڑتی ہے۔

(د) جوابدھی کا احساس اور اللہ جل شانہ کے نگران ہونے کا عقیدہ حکومت کے ہر عمل میں ظاہر ہو گا،یہ نگرانی کا احساس بےشمار برائیوں سے اجتناب کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے۔ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولاً (الاسراء ۔ ٣٦) (١١) (بلاشبہ کان ، آنکھ اور دل ، ان سب کے بارے میں انسان سے سوال ہو گا۔) جہاں تک اعلی ترین مقصد کا تعلق ہے تو اس سے مقصود اللہ کی بندگی ، فضائل کو پھیلانا اور برائیوں کا قلع قمع کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ، (١٢) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں) ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان عبدوﷲ واجتنبواالطاغوت (١٣) ۔ (اور بلاشبہ ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا (جس نے یہ دعوت دی) کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو)

عبادت ہی وہ حقیقی مقصد ہے جو بنی نوع انسان کی تخلیق کا باعث ہے ، اسی لئے ہر رسول نے اپنی قوم کو اس جامع مقصد کی جانب دعوت دی ، عبادت دراصل ایک جامع اصطلاح ہے جس میں وہ تمام ظاہری اور باطنی اقوال و اعمال شامل ہیں جن کو اللہ تعالی پسند کرتا ہے اور جن سے اس کی رضا حاصل ہوتی ہے ۔ ارشاد باری تعالی ہے ۔ الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموالصلوة و اتوا الزکوة وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وﷲ عاقبة الامور (١٥) ۔ (یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں قدرت و اختیار عطا کریں تو

وہ نماز قائم کریں ، زکات ادا کریں ، اچھائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں ، اللہ ھی کے لئے تمام باتوں کا انجام ھے ۔

یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبآئث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم (١٦) ۔ (وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اچھائی کا حکم دیتے ھیں ، برائی سے روکتے ھیں ، ان کیلئے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ھیں ، ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتے ھیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور بندشیں تھیں ان کو ان کے اوپر سے ھٹاتے ھیں) ۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ فضائل و رذائل کا معاملہ بہت ھی دقیق ھے اگر اس کا معیار عوام کی خواھشات کو قرار دے دیا جائے تو ان کی خواھشات کا میدان بہت وسیع ھے نتیجۃ خیر ، شر میں اور شر خیر میں تبدیل ہو گا جسطرح مغربی تہذیب میں ھو رھا ھے ۔ اگر خیر و شر کا معیار انفرادی اور اجتماعی پسند و ناپسند کو قرار دے دیا جائے تو ھمیشہ تبدیلی کا امکان رھے گا ، اور یوں جو چیز صبح خیر ھو گی وہ شام کو شر ھو گی اور شام کو جو چیز شر ھو گی وہ صبح خیر میں بدل جائے گی ۔ حقیقت میں معیار خیر و شر حکم الھی ھے جو آخری اور قطعی ھے اور کسی کو مجال نہیں کہ وہ اس میں کوئی تغیر و تبدل کر سکے ۔ ارشاد ربانی ھے ، ۔ وتمت کلمۃ ربک صدقاً وعدلاً لا مبدل لکلمتہ و ھو السمیع العلیم ۔ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ۔ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون (١٧) ۔ اور تمھارے رب کا کلمہ سچائی اور عدل میں مکمل ھو چکا ھے ، اس کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں ، وھی ھے سننے والا جاننے والا اور اگر تم پیروی کرو گے زمین کے اکثر لوگوں کی تو وہ تمھیں اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دیں گے ، یہ لوگ محض گمان کی پیروی کرتے ھیں اور محض اندازوں پر عمل کرتے ھیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، (اور آپ وہ افضل ترین انسان اور پوری انسانی تاریخ میں وہ اعلی ترین انسان ھیں کہ جنھوں نے اپنی کامیاب پالیسی سے دینی اور دنیاوی سطح پر انسانیت کو سب سے زیادہ متاثر کیا ، جیسا کہ مائیکل ھارٹ نے اپنی کتاب سو عظیم انسان میں اعتراف کیا ھے) ، اور وہ

حق و باطل میں تمیز کرنے والا ھے اور غیر سنجیدگی کا اس میں کوئی شائبہ نہیں اور نہ اس کو خواهشات کے مطابق موڑا جا سکتا ھے ۔

اهداف عالیہ سے مراد اقدار حیات اور حقوق کا تحفظ ھے ، یہ ذمہ داری محض وعظ و ارشاد پر موقوف نہیں بلکہ یہ حکومت اور قانون کی ذمہ داریوں میں سے ھے اور روحانی سطح پر یہ اقدار حیات اور حقوق ایک موضوعی حقیقت اور مقصود لِذاتہ ھیں ، میکانکی سطح پر محض نتائج اور منافع کے تابع نہیں کہ اگر منافع بدل جائیں تو یہ قدریں اور فضائل باقی نہ رهیں ۔

ان اقدار حیات کا سر چشمہ اللہ جل شانہ کی صفات عالیہ ھیں ۔ ارشاد ربانی ھے ، ولله الاسماء الحسنی فادعوه بها (١٩) ۔ (اللہ تعالی کے بہترین نام ھیں ، لہذا اس کو ان ناموں کے ذریعہ پکارو) یہ بات قابل ذکر ھے کہ اللہ کی تمام صفات مجموعی طور پر دو پہلو رکھتی ھیں ۔ پہلے پہلو کے اعتبار سے یہ صفات تین قسموں میں منقسم ھیں ۔

(١) جمالی صفات

(٢) جلالی صفات

(٣) کمالی صفات

دوسرے پہلو کے اعتبار سے ان پہلوؤں کو درج ذیل تقسیم دی جا سکتی ھے ، اور انہی پر هماری بحث کا دار و مدار ھے ۔

(١) امتیازی صفات

(٢) تعمیری صفات

(٣) تکمیلی صفات

امتیازی صفات اخلاقی قدروں اور انسانی فضائل کا وہ پیمانہ ھیں جن کے ذریعے انسان اور حیوان کے درمیان فرق کیا جا سکتا ھے ۔ انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر حسن سیرت اور عظمت کردار سے اپنی پہچان کرواتا ھے ۔ وہ امتیازی اوصاف یہ ھیں ۔ علم ، حکمت، صداقت، اخلاص ، سخاوت ، عفت، حیا امانت انفرادی اور اجتماعی انصاف ، رحمت، احسان ، عفو و درگذ ر ، ایثار اور قربانی وغیرہ، یہ امتیازی صفات انسان کو معرفت نفس کی راہ دکھاتی ھیں ، علاوہ ازیں اجتماعی اور سیاسی زاویوں سے اس کے اخلاق کی اصلاح کرتی ھیں ۔

جہاں تک تعمیری صفات کا تعلق ہے وہ ان اخلاقی قدروں اور فضائل انسانی کا معیار ہیں جن کے ذریعے انسان کائنات کی قوتوں پر بالادستی حاصل کرتا ہے اور کرہ ارض کے پوشیدہ خزانوں اور راز ہائے سربستہ تک رسائی حاصل کرتا ہے اور ان کے ذریعے نظم و ضبط ترتیب و تہذیب اور ترقی کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہوتا ہے۔ وہ اوصاف یہ ہیں۔

عزت ، قوت ، ہیبت و رعب ؛ قوت گرفت، مشکل فیصلے کرنے کی صلاحیت، آفاق کو تسخیر کرنے کا ملکہ ، نفع بخش اور مضرت رساں چیزوں کو مسخر کرنے کی صلاحیت وغیرہ ۔

یہ وہ ممیزات ہیں جو کہ انسان کو اپنی پہچان میں مدد دیتے ہیں اور یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ آفاقی سطح پر اخلاق کا معیار قرار پائیں ۔ جہاں تک تکمیلی صفات کا تعلق ہے تو یہ اخلاقی اقدار اور انسانی فضائل کا وہ معیار ہیں جو کہ معرفت الٰہی اور معرفت نفس انسانی کی جانب راہنمائی کرتے ہیں ، اور ان کے ذریعے انسان نہ صرف اللہ رب العزت کی حقیقی بندگی سے متمتع ہوتا ہے بلکہ انسان میں قوت و ہمت اور غیرت و استغناء بھی پیدا ہوتا ہے ۔ وہ صفات یہ ہیں : صرف اللہ تعالی سے احتیاج رکھنا اسی سے امید اور خوف رکھنا ، اس کے سامنے خشوع و خضوع کا رویہ اپنانا ، کشادہ صدری ، طمانیت قلب ، فتوت ، حقائق اشیاء کی معرفت، ایجادات و صنعت کی صلاحیت و مہارت اور ان دونوں میں جزرسی اور خصائص و اوصاف اشیاء میں غور و فکر کرنا علی ہذا القیاس ، یہ اوصاف انسان کی معرفت میں گہرائی پیدا کرتے ہیں اور شخصی اور روحانی سطح پر مقیاس کا درجہ رکھتے ہیں ۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ان صفات کا مجموعی اثر اخلاقی اقدار کے پیمانے کی حیثیت رکھتا ہے ۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر صفت اپنی پوری ہیئت و کیفیت میں منعکس ہو ، اس طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ اس تاثیر کو قبول کرنے سے اللہ کی ذات میں کسی شرک کا شائبہ پیدا ہو جائے گا اور انسان کے فنا ہو جانے کی بابت اس قسم کا کوئی سوال بھی پیدا نہیں ہوتا جسکے بعض صوفیاء قائل ہیں ۔

حقوق کے تعین کا مسئلہ نہایت اہمیت کا حامل ہے اور چونکہ مغربی تہذیب

کی نظرمیں اقدار کی اهمیت اور حیثیت اسی اعتبار سے هے که ان کا منبع اور اچھائی اور برائی کا معیار خــود معاشرہ هے۔ان کے نزدیک ایسی کوئی دائمی اور ناقابل تغیر بنیادیں نهیں هیں که جن کی بنا پر دائرہ حقوق کی مستقل تحدید کی جا سکے جبکه قرآن مجید کی نظر میں حقوق کی بنیاد زندگی کی وہ قدریں هیں جو دائمی هیں اور جن میں کوئی تغیر و تبدل رونما نهیں هو سکتا ۔ مثال کے طور پر ان اقدار سے درج ذیل حقوق کا تعین هوتا هے ۔

کرامت و احترام

یه تمام انسانوں کا حق هے اور اس میں کالے اور سرخ مسلم و غیر مسلم کے درمیان کوئی تفریق نهیں اور نه هی اس کا تعــلق حســب ، نسب ، جاہ ، مــال و دولت، قوت و اقتدار یا کسی پیشے اور طبقے سے هے۔ حکومت کی یه ذمه داری هے که وہ هر اس نظریے کی بیخ کنی کرے جو مذکورہ امور میں سے کسی کی بنیاد پر تفریق کو روا رکھے ۔ ارشاد باری تعالی هے ۔

ولقد کرمنا بنی‌آدم (٢٠) ، (اور بلاشبه هم نے بنی آدم کو عزت بخشی هے)
لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ، (٢١) (بلاشبه هم نے انسان کو بهترین سانچے میں پیدا کیا هے)

حفاظت

اسی طرح هر ایک کو یه حق حاصل هے که اس کی جان ، مال ، عزت اور عصمت کی حفاظت کی جائے ، ارشاد ربانی هے ۔

« من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً و من احیاها فکانما احیا الناس جمیعاً » ۔ (جس شخص نے کسی جان کو کسی جان کے بدله کے بغیر یا زمین میں فساد کے سبب کے بغیر قتل کر دیا اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا ۔ اور جس نے اس کو جیتا چھوڑا اس نے گویا سارے انسانوں کو جیتا چھوڑا) ۔

آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم نے ارشاد فرمایا « فان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام « علیکم کحرمــة یومــکم هذ ا » ۔ (بلاشبه تمهارے خون اور تمهارے مال اور تمهاری عزتیں اور آبروئیں تم پر اسی طرح حرام هیں جیسے تمهارے لیئے اس دن کی حرمت هے (که اس کو پامال کرنا حرام هے) ۔

بھائی چارہ

یہ وہ رابطہ ھے جو تمام بنی نوع انسان کو محبت و مودت،ھمدردی اور رحم دلی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے ایسے جوڑ دیتا ھے جس طـرح ایک خاندان کے افراد ھوتے ھیں اور یہ کام اللہ تعالی کے ساتھ مکمل اخلاص اور اس کی رضا مندی کے حصول کی غرض سے انجام دیا جاتا ھے ۔ جیسے کہ ارشاد رب العزت ھے

« ورحمتی وسعت کل شئی » ۔(میری رحمت ھر چیز پر وسیع ھے)

وما ارسلناک الارحمة للعلمین ۔ (اور ھم نے آپ کو سارے جھانوں کیلئے صرف رحمت ھی بنا کر بھیجا ھے ۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : « لاتنزع الرحمة الامن شقی (۲٦) » (رحمت بدبخت کے علاوہ کسی سے نھیں چھینی جاتی) ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (۲۷) (تم زمین والـوں پر رحـم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا ۔)

« الخلق عیال اللہ واحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیاله (۲۸) » ۔

(ساری خلقت اللہ کی دست نگر ھے ۔ ساری مخلوق میں اللہ کو وھی سب سے زیادہ محبوب ھے جو اس کے دست نگروں سے اچھا سلوک کرتا ھے)

مودت کا یہ برتاؤ غیر مذ ھب کے پیـروکاروں کیسـاتھ بھی ضروری ھے جب تک کـہ وہ مسلمانوں کے خلاف کھلم کھلا جارحیت اور دشمنی پر نہ اتر آئیں جیسا کہ ارشاد ھے ۔

« لاینھا کم اللہ عن النین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخر جوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۔ انما ینھاکم اللہ عن النین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم و ظاھرو علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظلمون » (۲۹) »

(اللہ تعالی تم کو اس امر سے نھیں روکتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نھیں کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نھیں نکالا کہ تم ان کے ساتھ نیکی کرو اور ان کے ساتھ انصاف سے کام لو ۔ اللہ تعالی بلاشبہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ھے البتہ اللہ تعالی تم کو اس سے روکتا ھے کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معـامـلہ میں جنگ کی اور تمـھیں تمھارے گھروں سے نکالا یا تمھارے نکالے جانے میں مدد کی کہ تم ان سے دوستی رکھو ۔ جو لوگ

ان لوگوں سے دوستی رکھیں گے تو وهی لوگ ظالم هیں ۔

عدل مطلق

عدل مطلق سے مراد ایسی میزان هے جس میں کوئی قرابتیا دوری یا کوئی پسند ناپسند اثر انداز نه هو سکے ۔ اور هر ایک کو یه حق حاصل هو که وه قوانین عدل سے فائده اٹھائے ۔ چنانچه الله سبحانه وتعالی نےدشمن کے ساتھساتھ بھی عدل کرنے کا حکم دیا هے ۔ ارشاد فرمایا ۔ یاایها الذ ین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شهداءلِلهِ ولو علی انفسکم اوالو الدین والاقربین (۳۰) ۔ اے وه لوگ جو ایمان لائے هو ۔ الله کے لئے کھڑے هونے والے اور انصاف سے گواهی دینے والے بنو چاهے وه تمهارے یا والدین اور رشته داروں کے خلاف هی هو) ۔

ولایجرمنکم شنأن قوم علی ان لا تعدلوا ، اعدلوا هو اقرب للتقوی ۔ (۳۱) ۔
(اور کسی قوم کی دشمنی تمهیں اس بات پر نه اکسائے که تم عدل نه کرو ، عدل کرو که وه تقوی سے قریب تر هے ۔

منافع عامه کا حق

هر شخص کائنات کے وسائل سے مساوی طور پر نفع اندوز هو ۔ ارشاد باری تعالی هے. هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (۳۲) ۔ (وهی هے جس نے تمهارے لئے وه سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں هے)

وجعلنالکم فیها معایش ومن لستم له برازقین (۳۳) ۔ (اور هم نے تمهارے لئے زمین میں روزیاں رکھ دیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جن کو تم دینے والے نه تھے)

حکومت میں شرکت

هر ایک کو حکومتمیں شرکتکا حق حاصل هے بشرطیکه وه اس کا اهل هو۔

اسلام کی پیش کرده شورائی حکومتمیں دیگر امور کے علاوه اس امر کا بھی پورا اهتمام موجود هے ۔ لیکن اس کی صورتیں احوال زمانه اور شعور انسانی کی سطح کے مطابق بدلتی رهیں گی ، الله جل شانه نے آنحضرت صلی الله علیه وسلم سے فرمایا ،

وشاورهم فی الامر (۳۴) ۔ (معاملات حکومتمیں ان سے مشوره لیجئے)

دوسرے مقام پر فرمایا « وامرهم شوریٰ بینهم (۳۵) ۔ (ان کے معاملات ان کے آپس کے مشوره سے (طے) هوتے هیں ۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ وہ اپنے بہترین اور قابل ترین افراد میں سے کسی کو منتخب کر کے بھیجیں اور بعینہ ایک خط اہـــل بصرہ اور اہل شام کو بھی بھیجا (٣٦) ۔ اسی طرح خلفاء نے فتوحات کے بعد بہت سے غیر مسلم عہدیداروں کو اپنے مناصب پر قائم رکھا ۔(٣٧)

مذہبی آزادی

ہر شخص کو دین ، عقیدہ اور مذ ہب کے بارے میں مکمل آزادی حاصل ہے ، قرآن کہتا ہے ،

لا اکراہ فی الدین (٣٨) ۔ (دین میں کوئی جبر نہیں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مذاہب کے پیروکاروں کو بھائی بھائی قرار دیتے ہوئے فرمایا ، ان العباد کلھم اخوۃ (٣٩) ۔ (بندگان خدا سب بھائی بھائی ھـــیں) نیز فرمایا ، وانھم امۃ واحدہ (٤٠) ۔ (یہ سب ایک ھی امت ھیں)

اسکے ساتھ ساتھ تمام مذ اھب کے ماننے والـوں کو شخصـی (الاحـوال الشخصیۃ) اور ثقافتی معاملات میں آزادی کی ضمانـت دی گـئـی ۔ چنانچـہ مسلمانوں کے ھاتھوں فتح ھـونے والے علاقوں کے بارے میں کہا گیا کہ ” وھـــاں کے باشندوں کو ان کی ملتوں اور شریعتوں پر قائم رہنے کی اجازت دی گئی چنانچہ وہ اپنے اپنے شہادات و مناکحات ، مواریث اور دیگر احکام پر عمل پیرا ھونے میں آزاد ھیں اور دینی تعلیم کی بھی آزادی ہے جیسے کہ مندرجہ ذیل حکم سے ظاھـــر ھوتا ہے ، ”ان میں اور ان کی شریعتوں کے درمیان رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی “(٤٣)

امن عامہ . قوموں اور حکومتوں کے درمیان ایفائے عہد

اسلام کے سیاسی نظریہ میں امن عامـــہ اور ایفـــائے عہد اس کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے اور انسانوں کے مسلمہ حقوق میں سے ایک حق ہے : معاملات میں اصل جھگڑا اور لڑائی نہیں ہے جیسا کہ اس بارے میں آیات بالا سے پتہ چلتا ہے (٤٤) ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالی ہے ۔

” وان جنحوا للسلم فاجنح لھـــا و توکل عـــلی اللہ انہ ھوالسمیع العلیم (٤٥) ۔

(اگر وہ امن کی طـــرف مائل ھوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ھو جاؤ ، اور اللہ پر بھروسہ رکھو ، بیشک وہ سمیع و علیم ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ یاد رکھو اگر کسی نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اسکو اسکے حق سے کم دیا یا اسکو تکلیف بما لا یطاق دی یا اسکی آزادانہ مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو میں اس کے خلاف کھڑا ہوں گا (۳۶) ۔

یہ بات ذہین ، عقل مند اور اصحاب فکر پر مخفی نہیں کہ ریاست کو اس بات کے وسیع اختیارات حاصل ہیں کہ وہ ایسے قوانین وضع کرے کہ جن کے ذریعے اخلاق عامہ اور مفاد عامہ کی حفاظت کی جائے اور لوگوں کے معاملات بہترین طریقے پر چلائے جائیں ۔ اگر لوگ صرف منصوص احکام کی پیروی پر اکتفاء کریں گے اور ان کے ارباب اختیار اورعلماء دیگر معاملات کے بارے میں اجتہاد سے کام نہیں لیں گے تو لوگ ایک مشکل میں پڑ جائیں گے اور انسانی حقوق ضائع ہو جائیں گے ۔

حوالہ جات

۱ ۔ الزخرف :۸۴

۲ ۔ الاعراف : ۶۴

۳ ۔ یوسف : ۳۹

۴ ۔ یوسف :۶۷

۵ ۔ ص : ۲۶

۶ ۔ الحدید : ۷

۷ ۔ النساء : ۵۸

۸ ۔ الجوامع فی السیاسة الالہیة لابن تیمیة ص ۳

۹ ۔ النحل : ۹۰

۱۰ ۔ الانبیاء : ۲۱

۱۱ ۔ الاسراء : ۳۶

۱۲ ۔ الذاریات : ۵۶

۱۳ ۔ النحل : ۳۶

۱۴ ۔ مجموعة المقال لابن تیمیة ص ۶

۱۵ ۔ الحج : ۴۱

١٦ ـ الاعراف : ١٣١

١٧ ـ الانعام : ١٧٧

١٨ ـ المشكوة كتاب فضائل القرآن

١٩ ـ بنى اسرائيل : ٧٠

٢٠ ـ التين : ٥

٢١ ـ المائدة : ٣٢

٢٢ ـ المشكاة باب حجة الوداع

٢٣ ـ الاعراف : ١٥٦

٢٤ ـ الانبياء : ١٠٧

٢٥ ـ المشكاة باب الرحمة والشفقة

٢٦ ـ ايضاً باب البر والصلة

٢٧ ـ ايضاً باب رحمة الناس والبهائم

٢٨ ـ المشكاة باب فى الشفقة على الخلق

٢٩ ـ الممتحنة : ٨ ـ ٩

٣٠ ـ النساء : ١٣٥

٣١ ـ المائدة : ٨

٣٢ ـ البقرة ٢٩

٣٣ ـ الحجر : ٢٠

٣٤ ـ آل عمران : ١٥٩

٣٥ ـ الشورى : ٣٨

٣٦ ـ كتاب الاموال لابى عبيد ص ٦٣

٣٧ ـ كتاب الخطط للمقريزى ج ٢ ص ١٢٠

٣٨ ـ البقرة : ٢٥٦

٣٩ ـ مسند احمد ج ١ ص ٣٦٩

٤٠ ـ السيرة النبوية لابن هشام ج ١ و الاموال لابى عبيد ص ٢٠٣ ـ ٢٠٥

٤١ ـ كتاب الاموال ص ١٠١

٤٢ ـ الاموال ص ٣٣ ، ١٣٥

٤٣ ـ الطبرى لابن جرير ج ٣ ذكر الخبر عن وقعة المسلمين والفرس بنهاوند

٤٤ ـ الممتحنة : ٨ ـ ٩

٤٥ ـ الانفال : ٦١

٤٦ ـ كتاب الخراج لابى يوسف ص ١٥٥

☆☆☆